یا ایہا الرسل کلوا من طیبات واعملوا صالحاً وقال تعالیٰ یا ایہا الذین اٰمنوا کلوا من طیبات ما رزقناکم" [1]

یعنی اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاک ہی کو قبول کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اسی چیز کا حکم دیا ہے جس کا رسول کو دیا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اے رسولو! پاک چیزوں میں سے کھاؤ جو ہم نے تمہیں عطا کی ہیں۔ اس حدیث کو دیکھ کر یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ حلال (طیب) کا وجود نہیں یا حلال کا حصول ناممکن ہے اس لئے کہ ایسی صورت میں دو باتوں میں سے ایک ضرور ہو گی۔ ایک یہ کہ انسان مکلف ہے ہی نہیں۔ اور دوسری یہ کہ انسان کو محال سے مکلف کیا گیا ہے۔ حالاں کہ یہ دونوں باتیں باطل ہیں۔ اور شریعت مطہرہ ان سے منزہ ہے حلال اور طیب کا وجود ہر زمانے میں ہے اور اس کا حصول بھی ہر وقت ممکن ہے۔ اس لئے تو انسان کو اس کا مکلف بنایا گیا۔ ورنہ کبھی نہ ہوتا۔ چنانچہ قرآن حکیم کا واضح ارشاد ہے۔

" لا یکلف اللہ نفساً الا وسعہا " [2]

یعنی اللہ تعالیٰ کسی نفس کو بھی اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

لہٰذا عمل صالح اور اکل حلال پر انسان قادر ہوتا ہے۔ اس لئے شریعت نے اسے مکلف کیا ہے۔ ورنہ جب بھی ایسی صورت پیش آ ئے کہ انسان مجبور ہوا۔ اور زندگی اس کی خطرے میں پڑ جائے تو شریعت بھی اس کی تکلیف کو اٹھا دیتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

" فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ " [3]

یعنی جو کوئی مجبور ہوا۔ جب کہ بغاوت پر نہ اترا ہو اور حد سے گزرنے والا بھی نہ ہو تو اس پہ کوئی گناہ نہیں۔

لیکن ایسی شدید اضطراری کیفیت کے علاوہ انسان اکل حلال ہی کا مکلف ہے۔

ایک حدیث شریف میں یوں آیا ہے۔

" لو کانت الدنیا دما عبیطا لکان قوت المؤمن منہا حلالا " [4]

یعنی اگر دنیا گندہ خون ہوتی۔ پھر بھی مومنوں کا رزق اس میں سے حلال ہوتا۔ ایک اور روایت میں یہی مفہوم یوں ادا کیا گیا ہے۔ " لو کانت الدنیا برکۃ دم لکان رزق المومن منہا حلالا " [5]

یعنی اگر یہ دنیا گندہ خون کا ایک تالاب ہوتی پھر بھی اس سے مومن کا رزق حلال ہوتا۔

ان ارشادات سے یہ اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ حلال موجود ہے اور باقی ہے اور مومن اس کا مکلف ہے۔

---

[1] صحیح مسلم [2] سورہ بقرہ آیت ۲۸۶ [3] ایضاً آیت ۱۷۳ [4] بحوالہ مجلۃ الایمان۔ اپریل مئی ۱۹۶۶ء رباط [5] ایضاً

نہ اس کا انکار صحیح ہے اور نہ اس کے فقدان کا دعویٰ۔ نہ زمانۂ ماضی نہ عصر حاضر میں اور نہ مستقبل میں۔ جن لوگوں نے اس کے عدم وجود کی بات کہی انہوں نے خود کو بھی ورطے میں ڈالا اور دوسروں کو بھی، بھلا اس طرح کی باتوں سے حرام خوری کو اپنی مجبوری سمجھ کر خوب اس میں پڑ جاتے ہیں اور شریعت مطہرہ کے مقرر کردہ حدود کی پروا مطلقاً چھوڑ دیتے ہیں۔

اہل باطل کو اپنی باتوں سے کہنے کا موقعہ ہاتھ آیا کہ اسلامی احکام میں تنگی ہے۔ سراسر تکلیف اور حرمان ہے جس پر عمل کرنا انسان کی طاقت سے باہر ہے (نعوذ باللہ) انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے مقرر کردہ حدود کو ایک طرف رکھ کر اعلان کیا:۔

"الحلال ما حل بالید"۔ یعنی حلال وہ ہے جو ہاتھ سے کیا جائے۔[1]

جس کا مطلب یہ ہے کہ بغیر کسی قاعدے اور ضابطے کے انسان اپنے ہاتھ سے جو کچھ حاصل کرے وہ اس کے لیے حلال ہے۔ اس قسم کے ہفوات دین سے خروج ہے اور بہت بڑی گمراہی ہے۔

حق یہ ہے جس سے سرِمو اعراض نہیں کیا جا سکتا کہ حلال وہ ہے جسے اللہ رب العزت نے حلال ٹھہرایا۔ اور حرام وہ ہے جسے اللہ رب العزت نے حرام ٹھہرایا۔ اور دونوں ظاہر اور باہر ہیں نہ ان میں کوئی اخفا ہے اور نہ شک و تردد کی کوئی گنجائش۔ ہاتھ سے کمائی ہوئی چیز مطلق حلال ہے نہ حرام۔ اگر مومن بندہ اللہ تعالیٰ کے احکام اور سنت نبویہؐ کو سامنے رکھ کر چلے تو ہر کسب اور تجارت اس کے لئے حلال اور پاک ہے۔ ہر تاجر جو عامۃ الناس کے لئے جذبۂ خیر سے سرشار ہو، ظلم و تشدد، بے ایمانی، دھوکہ دہی، احتکار اور غش سے دور رہ کر حلال کا خیال کرتے ہوئے کمائی کرتا ہے تو بھلا اس کے مال کو کون حرام کہہ سکتا ہے۔ ہر حال جو اپنے عمل میں اللہ تعالیٰ کے حضور خود کو جواب دہ سمجھ کر چلتا رہے تو اس کی کمائی کیونکر غیر حلال ٹھہرائی جا سکتی ہے۔ یہ اور اس جیسے دیگر ارزاق حلال ہی ہیں اس بات میں نہ کوئی شبہ ہے اور نہ تردد کی کوئی گنجائش۔ واللہ اعلم بالصواب۔ ان اصبت فمن اللہ ان اخطئت فمن نفسی واللہ غفور رحیم۔

---

[1] بحوالہ مجلۃ الایمان